حضرت سید احمد شہیدؒ

دعوتی خدمات اور امتیازی خصوصیات کے آئینہ میں

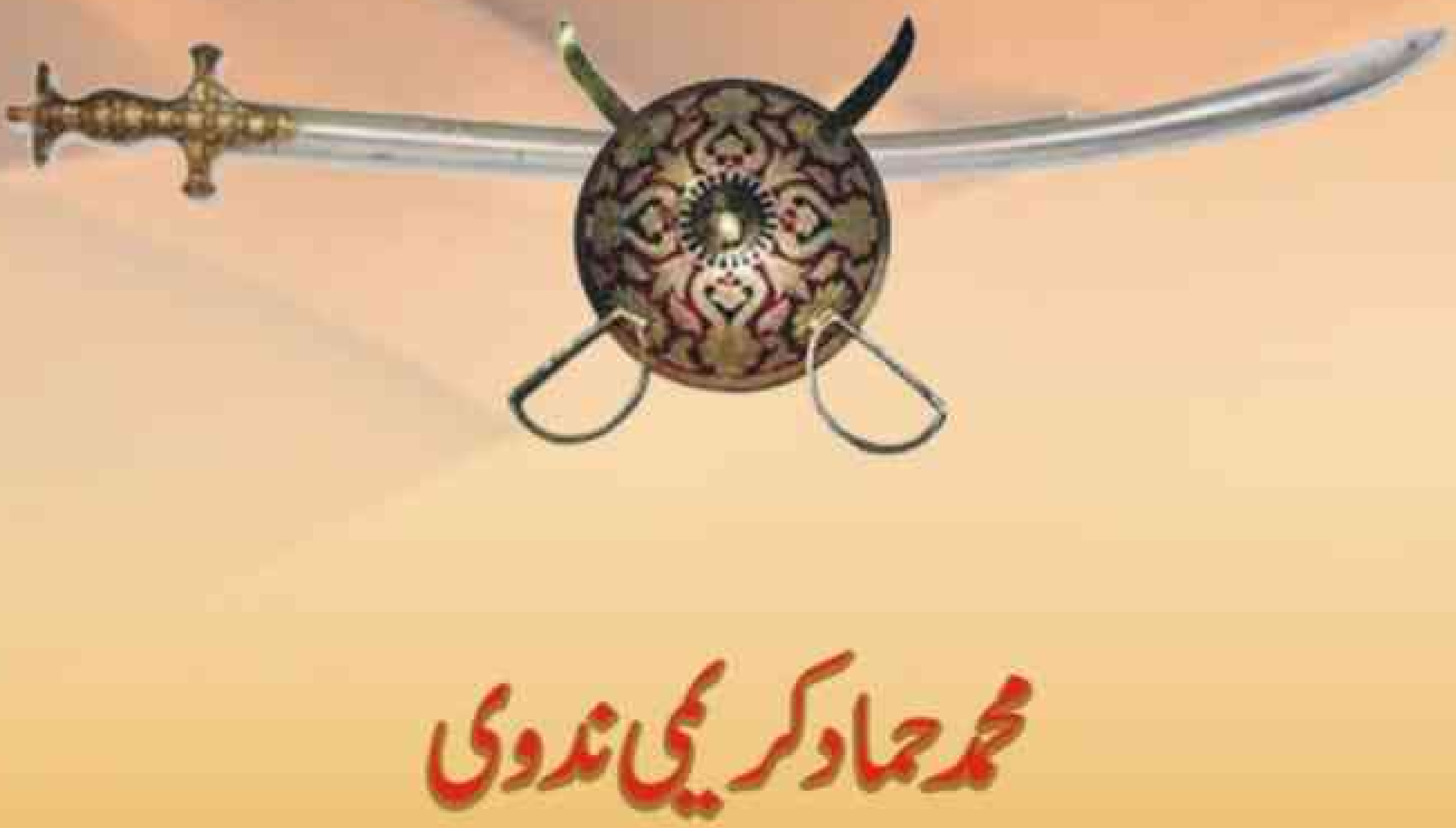

محمد حماد کریمی ندوی

مکتبة الحمد العلمية

باہتمام: مجلس صحافت ونشریات

جامعہ ربانیہ اشفاقیہ، انکھولی بیلپکونہ، مظفر پور، بہار

حضرت سید احمد شہیدؒ

دعوتی خدمات اور امتیازی خصوصیات کے آئینہ میں

محمد حماد کریمی

باہتمام

مجلس صحافت ونشریات

جامعہ ربانیہ اشفاقیہ، انکھولی بیلپکونہ، مظفر پور، بہار

ناشر

مکتبة الحمد العلمية

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

بارِ اوّل

۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء

نام کتاب	:	حضرت سید احمد شہیدؒ دعوتی خدمات اور امتیازی خصوصیات کے آئینہ میں
نام مرتب	:	محمد حماد کریمی ندوی ابن مولانا محمد شرفِ عالم قاسمی
صفحات	:	۴۰
تعدادِ اشاعت	:	۱۰۰۰
ناشر	:	**مكتبة الحمد العلمية**
باہتمام	:	مجلس صحافت ونشریات، جامعہ ربانیہ، مظفر پور، بہار

ملنے کے پتے

(۱) مدرسہ رحمانیہ، منکی، ہوناور، کاروار، کرناٹک

(۲) جامعہ اسلامیہ، بھٹکل، کاروار، کرناٹک

(۳) مكتبة الشباب العلمية، شباب مارکیٹ، ندوہ روڈ لکھنو

(۴) مدرسہ اسلامیہ، شکر پور، بھرواره، دربھنگہ، بہار

(۵) جامعہ ربانیہ اشفاقیہ، انکھولی بیلپکونہ، مظفر پور، بہار

فہرست

صفحہ	عناوین	نمبر شمار
۴	مقدمہ (مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی مدظلہ العالی)	۱
۸	تمہید	۲
۱۱	کچھ ابتدائی باتیں	۳
۱۳	تیرہویں صدی ہجری اور منصبِ امامت	۴
۱۶	سید صاحبؒ کی سیرت پر اجمالی نظر	۵
۱۸	سید صاحب کی نمایاں دعوتی خدمات	۶
۲۴	سید صاحبؒ کے طریقے کی خصوصیات	۷
۲۶	سید صاحبؒ کی امتیازی خصوصیات	۸
۳۰	سید صاحبؒ کے مجموعۂ ملفوظات ''صراطِ مستقیم'' کا مختصر تعارف	۹
۳۳	مسافر اسلام ہندوستان کے غربت کدے میں!	۱۰
۳۷	ضمیمہ-۱: (جامعہ ربانیہ کا مختصر تعارف)	۱۱
۳۹	ضمیمہ-۲: (مصنف ایک نظر میں)	۱۲

مقدمہ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى ، أمابعد!

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی بنا کر ساری انسانیت کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا، اور فرمایا: ''وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين'' آپ کی بعثت کے ساتھ آپ کی امت بھی انسانیت کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئی، اس حقیقت کا اظہار حضرت سعد ابن ابی وقاص (فاتح ایران) کے رستم (سپہ سالار افواج ایران) کے دربار میں سفیر حضرت ربعی بن عامر نے کیا تھا، اور کہا تھا: ''الله ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادة العباد إلى عبادة الله وحده، ومن ضيق الدنيا إلى سعتها، ومن جور الأديان إلى عدل الإسلام'' یہی دعوت ہے جس کو لے کر صحابہ کرام ایک جگہ بیٹھے نہیں بلکہ دنیا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنا شروع ہو گئے یہاں تک کہ دین ان کے ذریعہ اور پھر ان کے اخلاف کے ذریعہ دور دور پہنچ گیا۔

ہندوستان میں ساتویں صدی ہجری میں شیخ الاسلام سید قطب الدین محمد المدنی اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے تشریف لائے، ان کو اللہ نے بڑا رتبہ عطا فرمایا تھا، ان کی نسل میں گیارہویں صدی ہجری میں حضرت شاہ علم اللہ حسنی کی شخصیت جلوہ گر ہوئی جن کو اللہ نے توحید خالص کی زبردست حس اور اتباعِ سنت کا بڑا جذبہ اور شوق عطا فرمایا تھا، اور اسی کے ساتھ شرک وکفر سے بڑی نفرت ان کے اندر تھی، یہ بات ان کی اولاد میں بھی رہی اور امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ جو ان کے پوتے مولانا سید محمد نور بن مولانا سید محمد ہدیٰ کے پوتے اور ان کی والدہ ان کے دوسرے پوتے مولانا سید محمد ضیاء بن مولانا شاہ آیت اللہ کی پوتی ہیں، وہ اس کو دعوت اور

پیغام کے طور پر لے کر اٹھے اور ایک جگہ ٹھہرے نہیں، آگے بڑھتے چلے گئے، یہاں تک کہ توحید وسنت کا غلغلہ ان کے اور ان کے خلفاء کے ذریعہ ایک طرف نیپال کی ترائی سے تبت کی پہاڑیوں تک اور ہندوستان کے مشرقی کنارے سے جاوا اور مراکش تک بلند کر دیا، اور حج کے فریضہ کے احیاء کے ساتھ جہاد کی عظیم سنت کا احیاء کیا، یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے بالاکوٹ کے میدان میں جامِ شہادت نوش کیا۔

ان کی شہادت کے بعد ان کی تحریکِ دعوت واصلاح وجہاد سرد نہیں پڑی، بلکہ اس میں اور گرمی آگئی اور ایک طرف ان کے اخلاف نے جہاد کا عمل جاری رکھا تو دوسری طرف دعوت واصلاح کے کام کے لئے اور توحید کی اشاعت، دین کی سربلندی، سنت کے فروغ کے لئے پورے ملک میں دہلی سے پشاور اور کشمیر سے کیرالہ ومدراس تک پھیل گئے، اور ایک جماعت نے حرمین شریفین کی سکونت اختیار کی اور تعلیم واصلاح اور درس وافادے کے ذریعہ دین کی خدمت انجام دی، اور خود ملک ہندوستان میں قیامِ مدارس کی عظیم تحریک شروع ہوئی اور دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور، دارالعلوم ندوۃ العلماء جیسے ادارے قائم ہوئے، اور خود مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی جیسے عصری ادارے قائم کرنے کے پیچھے بھی یہی دماغ اور یہی چنگاری کام کر رہی تھی کہ ملت کا مفاد ان سے وابستہ تھا۔

زبان وادب پر بھی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح ودعوت وجہاد نے غیر معمولی اثر ڈالا، دینی کتابوں کی تصنیف اور ترجموں کا کام اس تحریک کے افراد اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے خلفاء اور منتسبین نے انجام دیا۔

دین وملت کی خدمت اور انسانیت کی فلاح وبہبود کا کونسا کام ہے جس کے لئے بڑھ

چڑھ کر اس تحریک کے افراد نے حصہ نہ لیا ہو، اور ملک کی آزادی کے لئے جو کوششیں جاری رہی ان کے پیچھے بھی اسی تحریک کے اثرات کام کر رہے تھے یہاں تک کہ برطانوی استعمار سے اس ملک ہندوستان نے آزادی پائی۔

امیر کبیر شیخ الاسلام قطب الدین محمد المدنی اور حضرت سید شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلوی کی شخصیت (جن میں سے ایک نے دعوتی مقصد سے ملک ہندوستان کا سفر کیا تھا اور دوسرے نے اسی جذبہ سے ہجرت کا ارادہ فسخ کیا تھا،) حضرت سید احمد شہیدؒ کی شخصیت کی تشکیل میں جو اثر رکھتی ہے ان کے ساتھ ایک دوسرا اثر ولی اللٰہی مکتبۂ فکر سے بھی انہوں نے لیا، اور حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے جانشین صاحبزادہ وخلیفہ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر (جہاں آپ کے خاندان کے اور بھی افراد اور خود آپ کے بڑے بھائی مولانا سید محمد اسحاق حسنی اور چچا مولانا سید محمد نعمان حسنی تربیت حاصل کر چکے تھے،) آپ نے بھی تربیت پائی، اور اس خاکہ اور منصوبہ کو عملی جامہ پہنایا جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے بنایا تھا، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا حلقۂ تلمذ وارادت بھی آپ کا حلقہ ہو چکا تھا، جن میں خصوصیت سے حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ، مولانا عبدالحیؒ بڈھانویؒ، مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ، حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ، مولانا شاہ محمد اسحٰق محدثؒ، مولانا شاہ محمد یعقوب محدثؒ کے نام خصوصیت سے قابلِ ذکر اور سرِ فہرست ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی زادہ اللّٰہ تعالیٰ مآثرہ کو وہ اپنی دینی، دعوتی، تعلیمی واصلاحی مساعی کے ساتھ اپنے اسلاف سے واقف کرانے کا بھی درد رکھتے ہیں، اور اس کے لئے پروگراموں اور مسابقات کا انعقاد کر کے نئی نسل کو اپنے اسلاف کے

نقش قدم پر ڈالنے کی شکل اختیار کرتے ہیں، چنانچہ امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ کے کام، مشن اور شخصیت سے واقف کرانے کے لئے ملکی سطح پر ایک مسابقہ کا انعقاد کیا جس میں مدارس اسلامیہ کے طلباء نے بھی حصہ لیا، جس سے ان کے جوہر کھلے اور صلاحیتوں میں نکھار آیا، اور اس عظیم اصلاحی تحریک کا ایک نئے ڈھنگ سے وسیع پیمانے پر تعارف ہوا۔

عزیز مکرم مولانا حماد کریمی ندوی صاحب زادہ اللہ تعالیٰ علماً وعملاً ووفقہ اللہ لما یحبہ ویرضاہ کا مقالہ بھی انہی مقالوں میں ہے، اور اب وہ اشاعت کے مرحلہ میں ہے، امید ہے کہ یہ مقالہ صرف ایک مقالہ نہیں رہے گا مزید تحقیق اور محنت سے ایک ایسی کتاب کی بھی حیثیت حاصل کرے گا جس سے اس تحریک کے دبے پہلو سامنے آئیں گے اور اسے ایک دستاویزی شکل حاصل ہوگی اگرچہ ابھی اس کی حیثیت صرف ایک مقالہ ہی کی ہے۔

ہم ان کی اس کوشش کی قبولیت کے لئے دعا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ کام کے اس مرحلہ پر قناعت نہیں کریں گے بلکہ اچھے سے اچھے کی تلاش جاری رکھیں گے۔

(مولانا) محمود حسن حسنی ندوی (مدظلہ العالی)

۲۵؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

مہمان خانہ، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

تمہید

بسم الله، والحمد لله، والصلاة والسلام علی رسول الله، ومن والاہ،

أما بعد!

موجودہ زمانہ میں برصغیر کی اسلامی تاریخ سے تھوڑی بہت بھی واقفیت رکھنے والا شاید ہی کوئی ایسا شخص ہوگا جو حضرت سید احمد شہیدؒ کی شخصیت، ان کی تحریک اور ان کے کارناموں سے ناواقف ہو، ادھر کچھ دہائیوں میں اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اگرچہ وہ حرفِ اخیر نہیں، لیکن اس کے تعلق سے اتنا تو کہا جاسکتا ہے کہ اس کے بعد حضرت سید احمد شہیدؒ کی شخصیت، ان کی تحریک اور ان کے خلفاء کے کارنامے کوئی ڈھکی چھپی چیزیں نہیں رہیں۔

لیکن آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ یہی شخصیت اور یہی تحریک جس کا آج ہر کوئی معترف ہے اور ان کی طرف انتساب کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتا ہے، ان پر ایک زمانہ ایسا بھی گذرا کہ بہت کم لوگ ان کے بارے میں جانتے اور علم رکھتے تھے۔ اس حقیقت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب کچھ زمانے کے بعد انہیں کے خانوادہ کے چشم و چراغ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اس شخصیت اور ان کی تحریک کی اس گمنامی اور خانہ خرابی کو دیکھا، اور حقیقت سے زیادہ واہیات کو عام دیکھا تو ان کا دل تڑپ کر رہ گیا، اور انہوں نے اس سلسلے میں اردو و عربی میں بہت کچھ مواد فراہم کیا، اور ان کی تحریک کے پردۂ خفا میں رہنے کے اسباب بیان کرتے ہوئے برملا اس حقیقت کا اظہار کیا۔

اس کی ایک وجہ ظالم و غاصب انگریزوں کا ڈر تھا کہ انہوں نے یہ اعلان کر رکھا تھا کہ جو

بھی ان کی طرف منسوب ہواس کو جذبۂ انتقام میں تختۂ مشق بنایا جائے ،جس کی وجہ سے لوگ اس سلسلہ میں گفتگو سے بھی پرہیز کرتے تھے، دوسری وجہ یہ تھی کہ اس شخصیت اور اس تحریک سے متعلق جو تحریریں تھیں وہ سب مخطوطات ومحفوظات کی شکل میں ذاتی لائبریریوں میں بند تھیں، جہاں تک ہر ایک کی رسائی نہ ہونے کی بنا پر استفادہ محدود تھا۔

آزادئ ہند کی تحریک کے زور پکڑنے کے ساتھ یہ دونوں وجوہات آہستہ آہستہ ختم ہوگئیں، اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے مختلف کتابوں اور مخطوطات ومحفوظات کی مدد سے اردو میں دو جلدوں میں ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل کتاب ''سیرت سید احمد شہیدؒ'' تصنیف کی، جس میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے مفصل سوانح حیات، آپ کے اصلاحی وتجدیدی کارنامے اور غیر منقسم ہندوستان کی سب سے بڑی تحریکِ جہاد وتنظیمِ اصلاح اور احیائے خلافت کی پوری تاریخ مرتب ہوکر سامنے آگئی، پھر مختلف زبانوں میں اس کے ترجمہ ہوئے، اور یہ کتاب سلسلۂ ''تاریخ دعوت وعزیمت'' کی چھٹی وساتویں جلد اور ''رجال الفکر والدعوۃ'' کی پانچویں جلد قرار پائی، اس کے بعد بھی یہ کام رکا نہیں بلکہ اس سلسلہ میں مزید پیش رفت ہوتی رہی، اور مختلف کام سامنے آتے رہے اور خود حضرت مولانا کے قلم سے بھی متعدد چیزیں منظر عام پر آئیں۔

زیرِ نظر رسالہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو ایک اعتبار سے کتاب ''سیرت سید احمد شہیدؒ'' کا خلاصہ بھی کہا جاسکتا ہے، جس میں مختصراً حضرت سید احمد شہیدؒ سے متعلق اکثر وبیشتر چیزوں کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، امید ہے کہ انشاء اللہ یہ رسالہ کم وقت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ کا ذریعہ بنے گا۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس کام کی توفیق عنایت فرمائی، بغیر اس کی توفیق کے کیسے ممکن کہ کوئی شخص ادنیٰ سے ادنیٰ کام انجام دے، **فللّٰه الحمد والشكر على ذلك** ۔

پھر میں بے انتہا شکر گذار ہوں اپنے والد ومربی جناب مولانا شرفِ عالم صاحب کا کہ انہیں کے بار بار اصرار کے بعد اس رسالہ کو قابلِ اشاعت بنانے کی ہمت ہوئی۔

نیز استاذ محترم جناب مولانا فیصل احمد ندوی دامت برکاتہم بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس رسالہ پر نظرِ ثانی فرمائی اور کمیوں کی اصلاح فرمائی۔

اس کے ساتھ ساتھ میں شکریہ ادا کرتا ہوں محترم ومکرم جناب مولانا محمود حسن حسنی ندوی دامت برکاتہم کا کہ مولانا نے باوجود مصروفیات کے وقیع، قیمتی اور علمی مقدمہ تحریر فرما کر ہمت افزائی فرمائی۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے، ان کے کاموں میں برکت عطا فرمائے اور دنیا وآخرت میں کامیاب فرمائے، آمین

محمد حماد کریمی ندوی
دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۷؍رجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۷؍جون ۲۰۱۳ء
موبائل نمبر:9889943219
ای میل:hammadkarimi93@gmail.com

کچھ ابتدائی باتیں

اسلام ایک کامل ومکمل دین ہے، اسی کاملیت وجامعیت کی بناپر اس کو ابدیت حاصل ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کی آیت ﴿**الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتي ورضیت لکم الإسلام دینا**﴾ (مائدۃ:۳) کے ذریعے اس بات کا اعلان کردیا کہ اسلام ہی کامل ومکمل اور انسانیت کی ہدایت کا دین ہے۔ اسی کی اتباع وپیروی میں ہر انسان کی نجات ہے، لہذا جب اسلام باقی رہنے والا دین ہے تو لامحالہ اس کا قانون اس کی تعلیمات اور اس کے احکام بھی باقی رہیں گے۔ جس کا بنیادی مأخذ قرآن ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿**إن علینا جمعه وقرآنة**﴾ (قیامۃ:۱۷) اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح اسلام کو دوام ہے، اسی طرح اس کے قوانین واحکام اور اس کے بنیادی مآخذ کو بھی بقاء إلی یوم القیامۃ حاصل ہے۔

لیکن اگر صرف اسلام اور اس کے احکام ہدایت انسانی کے لیے کافی ہوتے تو اللہ اپنے انبیاء کو نہ بھیجتا، چونکہ آسمانی دنیا اور زمینی دنیا کے درمیان رابطہ کے لئے ایک ایسی ذات پاک صفات کی ضرورت ہے، جو جسمانی اعتبار سے زمینی دنیا سے متعلق ہو لیکن اس کی فکریں روحانی اور اس کے تعلقات آسمانی ہوں جو آسمانی پیغام کو حاصل کر کے صحیح طور سے لوگوں تک پہنچائے، اسی ضرورت کی تکمیل کے لیے اللہ نے انبیاء اور رسولوں کو مبعوث کیا۔

اب چونکہ نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا تو اس کی نیابت کا اشارہ خود حضور ﷺ نے اپنے پاک ارشاد میں اس طرح کردیا ﴿**العلماء ورثة الأنبیاء وإن الأنبیاء لم یورّثوا دیناراً ولا درهماً ولکن ورّثوا العلم فمن أخذه أخذ بحظ وافر**﴾ (مشکوٰۃ المصابیح) اسی ارشاد پاک کی

حقانیت ہے کہ اُس وقت سے اِس وقت تک ہر زمانے میں علمائے ربانیین اور مصلحین ومجددین کا وجود رہا اوران شاءاللہ تا یوم قیامت رہے گا، وما ذلك علی الله بعزیز ۔

اگر کوئی چاہے تو وہ ان کی سیرت وسوانح اور اصلاحی وتجدیدی کارناموں پر تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کے ذریعے مطلع ہوسکتا ہے،لیکن کسی بھی شخصیت کے مطالعہ اس کے بارے میں پڑھنے اور اس کو جاننے سے پہلے چند بنیادی واہم باتوں کی طرف توجہ دینے کی نہایت ہی ضرورت ہے، جس سے عموماً بے اعتنائی برتی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہونے کا اندیشہ وخدشہ رہتا ہے۔(اللّٰھم احفظنا من ذلك)انہی باتوں کی طرف مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب ''تاریخ دعوت وعزیمت'' کے پیش لفظ میں نہایت ہی تفصیل سے اشارہ کیاہے،جس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱-کسی شخصیت کے حالات معلوم کرنے کے لئے خود اس کی تصنیفات واقوال یا اس کے رفقاء وتلامذہ ومعاصرین کی تصنیفات کوترجیح دی جائے ،آخری صورت میں بعد کے مستند مآخذ پر اعتماد کیا جائے۔

۲-ہر شخصیت کو اس کے زمانہ کی ضرورتوں اور تقاضوں نیز اس عہد کے میدان عمل کے لحاظ سے پرکھا جائے ،ورنہ عظیم سے عظیم شخصیت بھی دوسرے زمانہ اور ماحول کے لحاظ سے ناکام ثابت کی جاسکتی ہے۔

۳-صرف علمی کمالات پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ باطنی پہلو پر بھی گہری نظر ہو۔(۱)

(۱)ماخوذ باختصار:تاریخ دعوت وعزیمت،جلد اوّل،ص:۱۳-۱۵

تیرہویں صدی ہجری اور منصب امامت

دنیائے اسلام پر ایک نظر

تاریخ پر نظر رکھنے والوں کو تیرہویں صدی ہجری میں دنیائے اسلام میں جو عالمگیر دینی اخلاقی اور سیاسی انحطاط نظر آتا ہے وہ دفعتاً پیدا نہیں ہوا تھا، بلکہ تدریجاً پیدا ہوا تھا، اس کی تاریخ بہت پرانی ہے۔

خلاصہ یہ کہ عالم اسلام اس وقت ہر طرح سے زوال وانحطاط کا شکار تھا اگر چہ اول وقت سے عالم اسلام کے مختلف گوشے میں وقتاً فوقتاً مصلحین اور مجددین پیدا ہوتے رہے، جن سے مسلمانوں میں زندگی اور بیداری پیدا ہوئی، عقائد واعمال کی اصلاح ہوئی، کہیں کہیں میدان جہاد بھی آراستہ ہوا، اور کارگزار صحیح الخیال جماعتیں بھی پیدا ہوئیں، لیکن مسلمانوں میں عالمگیر بیداری پیدا نہیں ہوئی۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت

۱- **مذہبی حالت** : چونکہ ہندوستان کے اکثر علاقے میں اسلام ایک لمبا چکر کاٹ کے ایران وافغانستان کے راستے سے آیا تھا، اس لئے اپنی بہت سی تازگی کھو چکا تھا، جس کی بناء پر ایک زمانہ کے بعد تدریجی طور پر مسلمان شرک جلی کے شکار ہو گئے، سنت وشریعت بے معنی الفاظ بن گئے، قرآن کو ایک معمہ سمجھ لیا گیا اور فرائض وعبادات سے غفلت عام ہو گئی۔

۲- **اخلاقی حالت**: بعینہٖ وہی تھی جو ایک زوال پذیر قوم کی ہوتی ہے، فسق وفجور مسلمانوں کے آداب میں داخل ہو کر معاشرت کا جز بن گئی تھی، شراب نوشی اور نشہ آور

چیزوں کا استعمال عام تھا، حد یہ کہ بعض شرفاء اپنے لڑکوں کو بازاری عورتوں کے پاس زبان و علم اور مجلس کی تعلیم کے لئے بھیجتے تھے، نکاح کی تعداد متعین نہ رہی، بلکہ بعض نکاح کے بھی پابند نہ رہے، عیش پرستی کا یہ عالم تھا کہ ہر روز روزِ عید اور ہر شب شبِ برات تھی، امراء و فقراء سب کا ایک ہی حال تھا۔

۳-**سیاسی حالت**: اس صدی میں سلطنت مغلیہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا، دکن سے لیکر دہلی تک کا ملک کا حصہ مرہٹوں کے رحم و کرم پر تھا، پنجاب سے افغانستان تک سکھوں کا راج تھا، اوران سب پر انگریزوں کا تسلط تھا، اور جو مسلمان حکمراں تھے وہ انگریزوں کے کٹھ پتلی تھے۔

یہ تھا تیرہویں صدی ہجری میں مسلمانوں کی ہندوستان میں حالت کا ایک طائرانہ جائزہ، لیکن اس جائزہ سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہوگا کہ علمی، ذہنی اور دینی و روحانی حیثیت سے تیرہویں صدی کا زمانہ بالکل تاریک اور ویران تھا، دل و دماغ کے سوتے بالکل خشک ہو چکے تھے، بلکہ یہ زمانہ ایک لحاظ سے ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا قابل ذکر عہد بھی تھا، اس میں بعض ایسی باکمال و ممتاز ہستیاں موجود تھیں جن کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

دینی و علمی کمالات کی جامعیت کے لحاظ سے دیکھئے تو **سراج الہند حضرت شاہ حضرت عبدالعزیز دہلوی** اور بیہقی وقت **حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی** جیسے اکابر اسی عہد کی زینت و رونق ہیں۔

علوم ریاضیہ میں دیکھئے تو **قاضی القضاۃ نجم الدین کاکوری** اور **نواب تفضّل حسین خاں** وغیرہ جیسے مجتہدین فن و موجد اسی دور کی یادگار رہیں۔

تصوف و طریقت کو دیکھئے تو ہر سلسلے کے ایسے اکابر شیوخ موجود تھے، جنہوں نے اپنے طریق کو زندگی تازہ بخشی اور لاکھوں بندگان خدا ان کے انفاس قدسیہ سے فیض یاب ہوئے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ تمام خامیوں اور خرابیوں کے باوجود زندگی کے آثار باقی تھے، صلاحتیں موجود تھیں، قوتیں وافر تھیں، لیکن اس وقت ایک ایسے شخص کی اور ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو دین وعلم اور صلاحیتوں کے اس بچے کھچے سرمائے سے وقت پر کام لے، جو دلوں کی بجھتی ہوئی انگیٹھیاں دوبارہ دہکا دے، افسردہ دلوں کو ایک بار پھر گرما دے، اور ملک میں اس سرے سے اُس سرے تک طلب اور دین کی تڑپ کی آگ لگا دے، جو شخص ان اوصاف مذکورہ اور دیگر اوصاف حسنہ سے متصف قائدانہ صلاحیتوں سے آراستہ ہو، اسلام کی بلیغ ومعجز اصطلاح میں اس کو ''**امام**'' کہتے ہیں اور یہ جگہ بارہویں صدی ہجری کے اواخر اور تیرہویں صدی ہجری کے اوائل تک تمام اہل کمال اور مشاہیر رجال کی موجودگی میں خالی تھی۔(۲)

---

(۲) سیرت سید احمد شہیدؒ جلد اوّل ص:۵۹-۸۰

سید صاحب کی سیرت پر اجمالی نظر

یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر زمانے میں اپنے مخلص بندوں کو وجود بخشتا ہے جو لوگوں کو اس کی طرف بلاتے ہیں، اور دین کی تجدید کرتے ہیں، اسی ضرورت کی تکمیل کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے عین تیرہویں صدی ہجری کے آغاز میں اس شخصیت کو وجود بخشا جن کو دنیا سید احمد شہیدؒ کے نام سے جانتی ہے۔

زندگی کا اجمالی خاکہ:

نام	:	احمد بن عرفان
ولادت	:	۶ رصفر ۱۲۰۱ھ مطابق ۲۹ رنومبر ۱۷۸۶ء۔
جائے ولادت	:	سید شاہ علم اللہ صاحب کے اس دائرے میں جو اب تکیے کے نام سے مشہور ہے۔
والد کا نام اور سلسلہ نسب	:	سید محمد عرفان بن سید محمد نور بن سید محمد ہدیٰ بن سید علم اللہ نسب بواسطہ حضرت حسنؓ حضرت علیؓ تک پہنچتا ہے۔
والد کی وفات	:	۱۲۱۴ھ
۱۲۲۲ھ میں	:	کسب معاش کے لئے لکھنؤ کا سفر کیا، وہاں سے دہلی جا کر حضرت شاہ عبدالعزیز سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔
۱۲۲۴ھ میں	:	وطن واپسی ہوئی اور سید محمد روشن کی صاحبزادی بی بی زہرہ سے نکاح ہوا۔

۱۲۲۶ھ میں : دہلی کا دوسرا سفر کیا۔

۱۲۲۷ھ میں : نواب امیر خان کے لشکر میں ملازمت اختیار کی۔

۱۲۳۶ھ میں : حج بیت اللہ کا سفر کیا۔

۱۲۳۷ھ کو : ایک لمبے دورے کے بعد جدہ پہنچے۔

۱۲۳۹ھ کو : سفر حج سے وطن واپسی ہوئی۔

۱۲۴۱ھ کو : شمالی مغربی ہندوستان کی طرف ہجرت کی۔

اسی سال اکوڑہ کی پہلی جنگ ہوئی جس میں فتح حاصل ہوئی۔

اس کے بعد مسلسل جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ سید صاحب نے بعض اسباب کی بناء پر وہاں سے کشمیر کا رخ کیا۔

۵/ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ کو بالاکوٹ پہنچے، ۱۷/ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۶/ مئی ۱۸۳۰ء کو بالاکوٹ میں آخری جنگ ہوئی جس میں سید صاحب مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے، اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔(۳)

سید صاحب نے دعا کی تھی کہ اے اللہ میری قبر کو صیغۂ راز میں رکھ تا کہ لوگ اس کو بدعات کا گڑھ نہ بنالیں جیسا کہ اس زمانہ کا رواج تھا، اور آج بھی ہے، سید صاحب کی یہ دعا قبول ہوئی، اور ان کی قبر اب بھی نامعلوم ہے، جس کی بناء پر ایک زمانہ تک بہت سے لوگوں کا یہی خیال رہا کہ سید صاحب کی موت واقع نہیں ہوئی بلکہ وہ غائب ہوئے ہیں۔ عنقریب ظہور پذیر ہوں گے۔

---

(۳) ماخوذ باختصار: إذا هبت ريح الإيمان، ص: ۴-۳۰

سید صاحب کی نمایاں دعوتی خدمات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق تیرہویں صدی کے منصب امامت اور تجدید دین کے لئے سید صاحب کا انتخاب کیا، جو امامت کے لئے مطلوبہ صفات سے متصف اور کمالات ظاہری وباطنی کے جامع تھے، سید صاحب کی حیات اور ان کی دعوتی خدمات پر لکھی ہوئی تصنیفات وتحریرات کا چند سطور میں احصاو احاطہ نہایت دشوار عمل ہے، لیکن بقول شاعر

انجام اس کے ہاتھ ہے آغاز کر کے دیکھ　　بھیگے ہوئے پروں سے پرواز کر کے دیکھ

مندرجہ ذیل سطور میں سید صاحب کی دعوتی خدمات کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں اللہ سے دعا ہے کہ کامیابی سے ہمکنار فرمائے۔

۱-سلامِ مسنون کا رواج:

جب سید صاحب پہلی مرتبہ شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نہایت سادگی سے۔ السلام علیکم۔ کہا، یہ وہ زمانہ تھا کہ سلام مسنون کا رواج ہی ہندوستان سے جاتا رہا تھا حتی کہ حضرت شاہ صاحب کے خاندان میں بھی اس کی رسم نہ تھی، شاہ صاحب نے جب سید صاحب کا سلام سنا تو بہت خوش ہوئے، اور حکم دیا کہ اسی طرح سلام بطریق مسنون کیا جائے۔

۲-اصلاحِ رسوم:

سید صاحب جب بھی کسی سے بیعت لیتے تو ان کو تعلیم دیتے کہ بیاہ برات اور شادی غمی وغیرہ میں خدا کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے خلاف جو شرک و بدعات کی رسومات رائج ہیں ان سے اجتناب کریں، ہر امر میں رسول مقبول ﷺ کے طریقے پر نگاہ رہے، چاہے اس

میں خوشی ہو یا غمی۔اسی بنا پر جب آپ سفر حج پر تھے اور مدینہ میں قیام تھا تو بعض لوگوں نے محفلِ میلاد کا انعقاد کیا اور سید صاحب کو بھی دعوت دی تو آپ نے فرمایا: اگر اس مجلس کا انعقاد محض لہو ولعب کے لئے ہے تو ہم کو شرکت سے معذور رکھیں اور اگر عبادت کی نیت سے ہے تو اس کو کتاب وسنت سے ثابت کر دیں، تو میں بسر و چشم حاضر ہو جاؤں گا ورنہ ہم کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔

۳-نشاناتِ شرک کا ابطال:

سید صاحب نے ایک آدمی کے یہاں طاق میں مٹی کے کھلونے رکھے دیکھے، تو فرمایا: یہ بت ہیں، ان کو مشرک رکھتے ہیں، ان کو توڑ ڈالو، گھر سے دور کرو، پھر دیر تک شرک کی برائیاں اور توحید کی خوبیاں بیان فرماتے رہے۔جس کا اثر یہ ہوا کہ صاحب خانہ نے اسی وقت وہ کھلونے توڑ کر باہر پھینک دیے۔

۴-بیوہ کا نکاح:

اس زمانے میں بیوہ کے نکاح کو بڑے ننگ وعار کی بات اور خلاف ادب شرفاء سمجھا جاتا تھا، یہاں تک کہ بعض علماء بھی اس رواج کی حمایت کرتے تھے۔علماء و مصلحین نے اس ذہنیت اور جاہلی حمیت کے خلاف اپنی زبان وقلم سے تبلیغ کی، لیکن مدتوں کی اس متروک سنت کے احیاء وترویج اور صدیوں کے اس جاہلی خیال کے استیصال کے لئے تحریریں اور تقریریں کافی نہ تھیں۔ بلکہ ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی عظیم شخصیت اپنے عمل سے اس سنت کا احیاء کرے، اور اس کی ایسی پرزور دعوت دے کہ اس کی قباحت دلوں سے بالکل نکل جائے، اللہ نے دوسرے عظیم الشان اصلاحی وتجدیدی کاموں کے ساتھ یہ عظیم الشان اصلاحی خدمت بھی جس کا اثر سیکڑوں خاندانوں، ہزاروں زندہ درگور عورتوں پر پڑا، سید صاحب سے لی، اور غیب سے اس کا سامان پیدا ہوا اور ایک مدت دراز کے بعد

ہندوستان کے شرفاء خاندان میں یہ مبارک تقریب منعقد ہوئی، سید صاحب نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ شاہ عبدالعزیزؒ اور اپنے خلفاء کے نام خط لکھوائے جس میں واقعہ کی اطلاع اور احیاء سنت کی ترغیب دی جس کی وجہ سے یہ سنت دوبارہ زندہ ہوئی۔

۵-حج کی عدم فرضیت کا فتنہ:

حج علماء کی تاویلوں اور اس فقہی عذر کی وجہ سے کہ راستہ پرامن نہیں ہے اور سمندر بھی مانع شرعی اور ''من استطاع إليه سبيلا'' کے منافی ہے، اور اس حالت میں حج کرنا فرمان خداوندی ''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة ''(اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑا کرو) کی مخالفت ہے، کچھ مدت سے بالکل متروک یا بہت ہی کم ہو گیا تھا، بعض علماء نے جن کو علوم عقلیہ میں غلو اور انہماک تھا، حج کی عدم فرضیت اور ہندوستانی مسلمانوں کے ذمے سے اس کے ساقط ہو جانے کا باضابطہ فتویٰ دے دیا تھا، ان حالات میں سید صاحب نے حج کا ارادہ فرمایا جو ادائے فرض کے علاوہ حج کی فرضیت کا بہت بڑا اعلان اور اس کی زبردست اشاعت و تبلیغ تھی، جن کی ان حالات میں سخت ضرورت تھی، گویا کہ سید صاحب کے ذریعہ فریضۂ حج کی ہندوستان میں تجدید ہوئی۔

۶-ہندوانہ وضع و معاشرت کی اصلاح:

سید صاحب کے زمانے میں مسلمان بہت سے علاقوں میں صرف نام کے رہ گئے تھے، سب کام ہندوؤں کے کرتے، بت بھی پوجنے لگے تھے، ہولی، دیوالی بھی مناتے، اور طریقۂ اسلام سے بالکل بے خبر ہو گئے تھے، سید صاحب جس علاقہ میں بھی تشریف لے جاتے تو بیعت لیتے وقت یہ بھی عہد لیتے کہ وہ تمام ہندوانہ وضع و معاشرت کو چھوڑ دیں گے۔

۷- دینی تعلیم وتربیت:

نیز ان سے یہ بھی فرماتے کہ میں تو ایک جگہ رہ کر تمہاری مکمل دینی تربیت نہیں کرسکتا، پھر کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کرلیتے جو ان کے جانے کے بعد وہاں کے لوگوں کی اصلاح کرتا، اور ان کو دینی تعلیم وتربیت سے آراستہ وپیراستہ کرتا۔

۸- غیر مسلموں کا قبول اسلام:

جس طرح سید صاحب مسلمانوں کی اصلاح کی فکر کرتے اور ان کی ہدایت کی کوشش کرتے اسی طرح غیر مسلموں کو بھی اسلام کی دعوت دیتے، بہت سے غیر مسلم آپ اور آپ کی جماعت کے طریقہ اور اخلاق کو دیکھ کر متاثر ہوتے ور اسلام قبول کرلیتے، اور بعض آپ کی باتیں سن کر اسلام کو تھام لیتے۔

۹- نکاح کی ترویج:

اس زمانہ میں خاص کر بنگال میں کثرت سے رواج تھا کہ پہلا نکاح تو ماں باپ کرادیتے تھے، اس کے بعد جس کا جی چاہتا کسی عورت کو اپنے گھر ڈال لیتا، اور اس سے بغیر عقد و نکاح کے ازدواجی تعلقات قائم کرلیتا، چند متدین علماء اس خدمت کے لئے متعین کئے کہ بیعت کے بعد سو سو پچاس پچاس آدمیوں کو الگ بٹھا کر ان کے حالات دریافت کرتے جس عورت یا مرد کے تعلقات بغیر نکاح کے ہوتے اور وہ دونوں وہاں موجود ہوتے تو ان کا نکاح پڑھوادیا جاتا، اگر دونوں میں سے کوئی ایک غیر حاضر ہوتا تو اس کو طلب کیا جاتا، اور نکاح پڑھادیا جاتا، اگر اس کی حاضری ممکن نہ ہوتی تو سخت تاکید کی جاتی کہ جلد اس فرض کو ادا کیا جائے۔

۱۰-شراب کی کساد بازاری اور برہنہ غسل کی روک تھام:

جب سید صاحب سفر حج کے دوران کلکتہ پہنچے تو شراب کی دکانوں کا یہ حال تھا کہ یکلخت شراب بکنی موقوف ہوگئی، دوکانداروں نے جا کر سرکار انگریز میں اس کا شکوہ کیا کہ ہم لوگ سرکاری محصول بلا عذر ادا کرتے ہیں، اور دکانیں ہماری بند ہیں، جب سے ایک بزرگ اپنے قافلے کے ساتھ اس شہر میں آئے ہیں، شہر اور دیہات کے تمام مسلمان ان کے مرید ہوئے اور ہر روز ہوتے جاتے ہیں انہوں نے تمام نشہ آور چیزوں سے توبہ کی ہے، اب کوئی ہماری دکانوں کو ہو کر بھی نہیں نکلتا۔ جب سید صاحب حج کے سفر کے دوران مکّہ پہنچے تو وہاں ایک مہینہ قیام فرمایا، وہاں رواج تھا کہ لوگ بے تکلف حوض، تالاب وغیرہ میں برہنہ غسل کرتے تھے، آپ کو یہ بات بہت ناپسند گذری، اور وہاں کے قاضی سے اس سلسلہ میں بات کی گئی، قاضی صاحب نے حاکم وقت سے درخواست کی تو حاکم نے چند سپاہی مقرر کر دیے کہ جب تک سید صاحب کے قافلے کا قیام رہے، کوئی برہنہ غسل نہ کرنے پائے۔

۱۱-سید صاحب کی زندگی کا سب سے روشن باب ہجرت و جہاد اور اسلامی نظام کے قیام سے متعلق ہے، اس زمانے میں جب کہ مسلمانوں میں جذبۂ جہاد سرد پڑ چکا تھا، سید صاحب نے اپنی تحریک کے ذریعے اس کا احیاء کیا، جن مقاصد کے تحت سید صاحب نے صدائے جہاد بلند کی، ان کا اظہار آپ کے خطوط و مکاتیب سے ہوتا ہے جو آپ نے اس سلسلہ میں مختلف لوگوں کو ارسال فرمائے، ان اسباب و مقاصد میں سے چند مندرجہ ذیل ہے:

۱-تعمیل حکم الٰہی۔

۲-حصول رضا و محبت الٰہی۔

۳-مسلمانوں کی بے بسی اور اہل کفر کے غلبہ کا خاتمہ۔

۴-ہندوستان پر کفار کا تسلط اور اسلام کا زوال دیکھ کر کڑھنا۔

۵-ہندوستان سے انگریزوں کے تسلط کو ختم کرنا۔

۶-اعلائے کلمۃ اللہ۔

۷-احیائے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۸-بلاد اسلامیہ کا استخلاص۔ (غیروں کے تسلط سے آزاد کرانا)

۹-دین کا قیام۔

۱۰-احکام شرعی کا نفاذ۔

۱۱-فریضۂ دعوت وتبلیغ کی ادائیگی۔

سید صاحب نے اپنی انتھک کوششوں کے ذریعے مذکورہ اسباب ومقاصد میں سے اکثر میں کامیابی حاصل کی، **وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء** ۔حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اپنی کتاب ''**الإمام الذي لم يؤف حقه من الانصاف والاعتراف**'' میں لکھا ہے کہ اگر سید صاحب کا احیائے جہاد اور حکومت اسلامی کے قیام کے علاوہ اور کوئی کارنامہ نہ ہوتا تب بھی ان کی عظمت کے لئے کافی تھا۔

سید صاحبؒ کے طریقے کی خصوصیات

اب تک جو بیان کیا گیا وہ سید صاحب کی دعوتی خدمات کی کچھ نمایاں جھلکیاں تھیں۔اب ضروری ہے کہ سید صاحب کے طریقۂ دعوت کی خصوصیات کا ذکر کیا جائے۔جن میں سے بعض کا ذکر مولانا علی میاںؒ نے اپنی کتاب ''سیرت سید احمد شہیدؒ'' کی جلد دوم میں تفصیل سے کیا ہے۔

۱- پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس زمانے میں اللہ کے یہاں آپ کا طریقہ سب سے زیادہ مقبول تھا،اور جناب رسول اللہ ﷺ کی خوشی ان دیار مشرقیہ میں اسی میں منحصر تھی۔اس لئے کہ احکامِ الٰہی کی بجا آوری اور اتباع سنت پر سب سے زیادہ زور آپ کے یہاں پایا جاتا تھا۔

۲- مشائخ وعلماء میں مقبولیت: چنانچہ ہندوستان کا کوئی خانوادہ اور کوئی سلسلہ ایسا نہیں جس کے اکابر نے سید صاحبؒ کو اپنا بڑا نہ مانا ہو،اور آپ سے استفادہ نہ کیا ہو۔

۳- آپ کی عجیب وغریب تأثیر اور انوار وبرکات تھے جس کے بڑے بڑے بزرگ بھی قائل تھے۔

۴- آپ کی نسبت اور تزکیہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نسبت تزکیہ سے خاص مناسبت رکھتا تھا۔چنانچہ آپ کی نسبت کے مریدین،خلفاء ورفقاء میں اسی قسم کا رنگ اور اسی طرح کے انوار پیدا ہوجاتے تھے،جو حضرات صحابہ کرام میں پیدا ہوگئے تھے،اور وہ تمام صفات جن کا ذکر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت محمد ﷺ کی بعثت کی دعا کرتے ہوئے ذکر کیا تھا جن کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے: ''**ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلو عليهم آياتك ويعلمهم الكتاب والحكمة ويزكيهم**......'' (سورۃ بقرہ:۱۲۹) سید صاحب کے اندر ایک حد تک پائی جاتی تھیں۔

۵-آپ نے اپنے طریقے کو تمام بدعات سے پاک کیا، اور ضروریات زمانہ اور طبائع کے مطابق اس میں اصلاح و ترمیم فرمائی۔

۶-سید صاحب جہاں بھی جاتے وہاں کے لوگوں کی کایا یکا یک پلٹ جاتی مسلمان شرک و بدعات اور غلط رسم و رواج سے توبہ کرتے، یہاں تک کہ غیر مسلم بھی آپ کے معتقد ہوئے بغیر نہ رہتے، اور بہت سے اسلام بھی قبول کر لیتے۔

۷- ہر وقت علماء کی ایک جماعت آپ کے ساتھ ہوتی جن میں مولانا عبدالحیؒ بڈھانوی اور شاہ اسماعیل شہیدؒ قابل ذکر ہیں۔

۸- جو بھی آپ سے ملنے آتا آپ نہایت ہی خوش اخلاقی و خندہ پیشانی سے ملتے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ لوگ خود بخود آپ کے گرویدہ ہو جاتے اور آپ کی ہر بات پر عمل کرتے۔

۹-سید صاحب کی ایک بڑی دعوتی خصوصیت یہ تھی کہ جب کسی غلط رسم کی اصلاح یا کسی متروک سنت کا احیا کرنا ہوتا تو پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھلاتے جیسا کہ نکاح بیوگان میں معلوم ہوا۔(۴)

---

(۴) سیرت سید احمد شہیدؒ، جلد دوم، ص: ۵۸۳-۵۸۸

امتیازی خصوصیات

سید صاحب نے جو دعوتی خدمات انجام دیں اس میں شک نہیں کہ ان سے پہلے بھی بہت سے علماء نے دعوتی خدمات میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، لیکن ہر شخصیت کے اندر کچھ امتیازی خصوصیات ہوتی ہیں جن کی بناء پر وہ دوسری شخصیات سے ممتاز ہوتی ہے۔

۱-**فطری خصوصیات**: سید صاحب کے اخلاقی واوصاف کا مرکزی نقطہ اور نمایاں وصف یہ ہے کہ آپ میں آنحضرت ﷺ سے مناسبت تامہ اور مزاج نبوی سے طبعی وذوقی اتحاد نظر آتا ہے، مولانا اسماعیل شہیدؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ بہت کثرت سے لوگ راہ راست پر آئے لیکن ان میں سے کسی نے توسط واعتدال کی راہ اختیار نہیں کی سوائے ان حضرات کے جو سید صاحب کے صحبت یافتہ تھے، سید صاحب کے اندر بچپن ہی سے شجاعت کا مادہ بھرا ہوا تھا، ساتھ ہی مزاج میں حیا کا مادہ بھی بہت تھا، بعض مرتبہ غایت حیا سے خود اپنے قصوروار اور مجرم پر نظر نہیں کرتے تھے، اور خود آپ کی نگاہیں جھک جاتی تھیں۔

۲-دینی اخلاق واوصاف میں آپ کی خصوصیات

حقیقت یہ ہے کہ خدا کی کسی مخلوق کو ایذا دینا اور اپنے نفس کا انتقام لینا یا کسی پر غصہ اتارنا اور نفس کے تقاضے سے اس کو اذیت پہنچانا آپ کے مسلک میں ناجائز تھا، جب آپ تمام انسانوں بلکہ جانوروں تک کے ساتھ شفقت ورعایت کا یہ معاملہ تھا تو مسلمانوں کے ساتھ مراعات ولحاظ کا جو رویہ ہوگا وہ ظاہر ہے۔

اس کا تتمہ وتکملہ تھا کہ آپ کے نزدیک ابتدا ہی سے مسلمانوں کے درمیان مصالحت کی

بے حد اہمیت تھی، رفقاء اور دین کے راستے میں ساتھ دینے والوں کے ساتھ شفقت و مساوات کا معاملہ کرتے، باوجود اس کے کہ سب رفقاء ہر وقت آپ کی خدمت کے لئے تیار رہتے آپ کوئی امتیاز پسند نہیں کرتے تھے، ہر کام میں مجاہدین اور رفقاء کے شریک حال رہتے، حد درجہ شفقت ونرمی کے باوجود شریعت کے معاملہ میں انتہائی غیور اور حساس تھے، اسی دینی حمیت وغیرت نے آپ کو اسلام کی حمایت ونصرت، بیکس مسلمانوں کی مدد اور جہاد فی سبیل اللہ پر آمادہ کیا، اور بالآخر اسی راہ میں آپ نے جان دے دی۔

۳-روحانی وباطنی کیفیات وخصوصیات:

الف-دعا: دین کے جن شعبوں کی اللہ نے آپ سے تجدید کرائی اور ان کو نئی زندگی بخشی ان میں سے ایک دعا ہے، ہر جنگ اور ہر اہم واقعہ سے پہلے اور اس کے بعد اہتمام کے ساتھ دعا کرنا آپ کا خاص معمول تھا۔

ب-ایمان واحتساب: دین کا دوسرا مہتم بالشان شعبہ جس کے آپ اپنے دور میں مجدد تھے جو دراصل پورے نظام دینی کا روح رواں ہے وہ ایمان واحتساب ہے یعنی زندگی کے تمام اعمال واشغال میں صرف رضائے الٰہی کی طلب، نیت کے استحضار اور موعود اجر وثواب کی طمع میں انجام دینا۔

ج-اتباع سنت: یہ آپ کی زندگی اور آپ کی دعوت کا جز بن گیا تھا، آپ کے نزدیک عبادات کے ساتھ معاملات اور معاد کے ساتھ امور معاش میں بھی اتباع سنت او رترک بدعات ضروری ہے۔

د-محبت وخشیت: محبت ومحبوبیت ان حضرات کے خواص میں سے ہے، جن کے ساتھ

اللہ تبارک وتعالیٰ کا معاملہ اجتباء وانتخاب کا ہوتا ہے، اس کے آثار ان کی زندگی میں ظاہر وعیاں ہوتے ہیں، سید صاحب میں محبت کی نسبت اتنی غالب تھی کہ اس کے اثرات پاس بیٹھنے والوں اور نماز میں مقتدیوں پر بھی پڑتے تھے۔

۴۔تجدید وامامت:

علماء ومبصرین کے ایک بڑے گروہ کا خیال ہے کہ سید صاحب تیرہویں صدی کے مجدد تھے، سید صاحب کی تجدید کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنے اصول ومبادی میں اپنی جامعیت اپنے نظام وتربیت اور اپنے نتائج وآثار میں اسلام کی اصلی دعوت سے بہت مشابہ اور قریب تھے، آپ کے وجود نے اسلام کے حق میں باران رحمت اور بادِ بہاری کا کام کیا۔

سید صاحب کا سب سے بڑا امتیازی تجدیدی کارنامہ اور آپ کی سب سے بڑی کرامت اور زندہ یادگار آپ کی پیدا کردہ اور تربیت کی ہوئی وہ بے نظیر جماعت ہے، جس کی مثال صحابہ کے بعد مشکل سے ملتی ہے۔ یہ جماعت جس طرح دشمنوں سے جہاد کرتی تھی اس سے زیادہ خود اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتی، اور سید صاحب کی اس تربیت کا اثر آج تک پایا جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سید صاحب تیرہویں صدی ہجری کے وہ مرد مجاہد تھے جو عمل کے شہسوار اور وقت کے قلندر تھے، آپ کے یہاں قرآنی معارف کی بہار بھی تھی اور جہاد حق کی للکار بھی، آپ کے اندر ابوبکر صدیقؓ کا فہم وجمال بھی تھا اور عمر فاروقؓ کا تبحر وجلال بھی، آپ وقت کے ابراہیم اور زمانہ کے بت شکن تھے، آپ نے علوم کے صنم کدے میں اذان دی اور میدان عمل کے طاغوتوں سے جنگ کی، آپ کی کوشش یہ تھی کہ قرآن ہی حکومت کا نظام اور وقت کا امام ہو، اور قرآن ہی تمام علوم کا منبع ومحور اور سارے فنون کا ماخذ ومرکز ہو، آپ کی آرزو یہ تھی کہ ذہنی

وفکری گمراہیوں کا سد باب کیا جائے اور میدان عمل سے باطل کو بے دخل کر دیا جائے، آپ کے اندر معلمانہ عظمت بھی تھی اور قیادت کی آن بان اور خلافت کی شان بھی، اس لحاظ سے آپ ملت کے محسن بھی تھے اور وقت کے امام بھی، لہذا آپ کا یہ مقام بلکہ بعد والوں پر آپ کا یہ حق بنتا ہے کہ آپ کے افکار ونظریات کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے، اور شخصیتوں کی تعمیر میں آپ کی زندگی سے پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ سید صاحب اپنی تحریک کے ذریعے غلط خیالات، باطل نظریات اور برے حالات کو روشن خیالات، دینی وایمانی نظریات، پاکیزہ جذبات اور قابل رشک حالات سے بدل دیا، اللہ ان کو اس کا پورا پورا بدلہ عطا فرمائے اور ہم کو بھی اس میں حصہ نصیب فرمائے۔ آمین!

سید صاحبؒ کے مجموعۂ ملفوظات ''صراطِ مستقیم'' کا مختصر تعارف

اگر چہ حضرت سید صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے، لیکن انہوں نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے، اس کے اثرات آج بھی ہر اس علاقے میں پائے جاتے ہیں جہاں وہ گئے یا وہاں سے گذرے اور انہیں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج ان علاقوں میں دین اسلام کی رمق باقی ہے، اس کے علاوہ ان کے ملفوظات کا ایک مجموعہ بھی ہے، جو اب بھی ان سے بالواسطہ فائدہ اٹھانے کا ذریعہ ہے، اس کے متعلق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ فرماتے ہیں:

اس موقع پر سید ساحبؒ کے مجموعہ ملفوظات ''صراطِ مستقیم'' کا مختصر سا تعارف ضروری معلوم ہوتا ہے، جس سے تزکیہ واصلاح باطن اور علم سلوک وتصوف میں آپ کا مرتبہ اور آپ کے اجتہاد وتجدید کا مقام معلوم ہوسکتا ہے۔

یہ مجموعہ حضرت شاہ اسماعیل صاحب کا مرتب کیا ہوا ہے، اس کے دو ابتدائی باب مولانا عبدالحی صاحب بڈہانویؒ کے قلم سے ہیں سید صاحبؒ جو فرماتے تھے، اس کو شاہ صاحبؒ اپنے الفاظ وعبارت اور علمی اصطلاحات کے ساتھ لکھ لیتے تھے، پھر سید صاحب اس پر نظر فرماتے تھے اور اصلاح وتصحیح کر دیتے تھے یہ ۱۲۳۳ھ کی تالیف ہے۔

تصوف ومعرفت اور اصلاح وتربیت باطنی کی کتابوں کے ذخیرے میں یہ کتاب اپنی بعض خصوصیات کے لحاظ سے منفرد ہے اور ایک انقلابی کتاب کہی جاسکتی ہے، اس کا اندازہ پوری کتاب کے گہرے مطالعے اور اس فن کی دوسری کتابوں سے مقابلہ کرنے سے ہوسکتا ہے، یہاں پر نہایت اختصار کے ساتھ اشارات کے طور پر اس کے بعض تفردات لکھے جاتے ہیں:

(۱) حب عشقی اور حب ایمانی اور طریق ولایت اور طریق نبوت کی تشریح اور باہمی امتیاز پر جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ اس کتاب کے لطیف ترین مباحث اور سید صاحبؒ کے تفردات میں سے ہے، جو وجد انگیز معارف وحقائق سے لبریز ہے اور اس کتاب کے سوا اس تفصیل ووضاحت کے ساتھ کسی اور دوسری جگہ نہیں مل سکتا، دونوں محبتوں اور طریقوں کے وجوہ امتیاز، جداگانہ مویدات، آثار اور ثمرات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جن کے پڑھنے سے اسلام کا پورا روحانی نظام سامنے آجاتا ہے۔

(۲) باب دوم میں بدعات سے اجتناب کی تاکید، طاعات ادا کرنے کے طریقے اور اخلاق کے مباحث میں بدعات کے سلسلے میں نہایت صفائی کے ساتھ اپنے زمانے کا جائزہ لیا گیا ہے اور اہل تصوف اور عوام کی ان بدعات کی مخالفت کی گئی ہے جو جاہلیت قدیمہ کی یادگار ہیں یا ہندوؤں اور شیعوں کی صحبت سے پیدا ہوئی ہیں، اخلاق کے مباحث میں نہایت حکیمانہ نکتے بیان کئے گئے ہیں اور تہذیب نفس اور اصلاح اخلاق کی موثر تدبیریں اور علاج تجویز کئے گئے ہیں۔

طاعات وفرائض کے تذکرے میں نماز، روزہ، حج وزکوۃ کے ساتھ پوری اہمیت کے ساتھ جہاد کی ترغیب وتحریض اور اس کے فوائد کا اظہار ہے، جو تصوف کی کتاب میں ایک غیر متوقع مضمون ہے، ان مضامین کے علاوہ سماع وغیرہ پر نہایت منصفانہ اور بے لاگ محاکمہ اور دوسرے فوائد ہیں۔

(۳) تیسرے باب میں سلسلہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور مجددیہ کے اذکار وتعلیمات ہیں، جن میں اجتہاد وتجدید سے کام لیا گیا ہے اور ان کو زیادہ موثر اور مفید بنادیا گیا ہے۔

(۴) چوتھا باب طریق سلوک راہ نبوت کی تفصیل وتشریح پر ہے، جو سید صاحبؒ کا

الہامی مضمون ہے اور جس کے آپ امام ہیں، یہ ایک مستقل ''طریقت'' اور ''سلوک'' ہے جس کو آپ نے پورے طور پر مرتب اور مکمل کر دیا ہے۔

کتاب پڑھنے والے پر چند اثرات لازمی طور پر پڑتے ہیں، ایک امیت کے باوجود سید صاحبؒ کی حکمت وبصیرت اور شرح صدر، پڑھنے والا اپنے کو نکات وحقائق میں گھرا ہوا پاتا ہے، وہ ایک نکتے کا لطف نہیں لینے پاتا کہ دوسرا نکتہ اس کے سامنے آجاتا ہے اور وہ اپنے اوپر ایک وجد کی سی کیفیت پاتا ہے۔

دوسرا، سید صاحبؒ کی اعلیٰ درجے کی سلامت فہم اور سلامت طبع کا اثر پڑتا ہے، تصوف اور حقائق ومعارف کی دوسری کتابوں کے برخلاف اس کو اس میں کوئی پیچ وخم اور تکلفات نہیں ملتے۔

تیسرا، آپ کے مسلک کے اعتدال کا اثر پڑتا ہے، مختلف فیہ مباحث ومسائل میں افراط وتفریط سے پاک اور معتدل رائے آپ کی خصوصیت ہے۔(۵)

---

(۵) سیرت سید احمد شہیدؒ، ج:۲،ص:۵۸۹-۵۹۱

مسافرِ اسلام ہندوستان کے غربت کدے میں!

ازعلامہ سید سلیمان ندویؒ

صحیح حدیث میں ہے ''اسلام کا آغاز مسافرانہ بے کسی میں ہوا اور پھر وہ مسافرانہ بے کسی میں ہوگا تو مسافرت کے بے کسوں کو مبارک باد ہو'' اسلام کا آغاز اس وقت ہوا، جب حق کی آواز بند ہو چکی تھی، دین ابراہیم علیہ السلام کا وجود سایہ ہو کر رہ گیا تھا، کفر اور شرک کی تاریکی ہر طرف پھیلی تھی، نبوت کا نور چھ صدیوں سے زیر نقاب تھا، توحید کی دعوت ایک بیگانہ آواز تھی، جو مسافرانہ بے کسی کے عالم میں محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے بلند ہوئی، پورب، پچھّم، دائیں بائیں، ہر طرف اس صدائے حق کو اجنبی اور مانوس سمجھا گیا، آواز دینے والے نے حسرت سے چاروں طرف دیکھا اور ہر طرف اس کو وہی بیگانگی، اجنبیت اور مسافرانہ بے کسی کا منظر نظر آیا۔

رفتہ رفتہ یہ اجنبیت دور ہوئی، بیگانگی کافور ہوئی، آواز کی کشش اور نوائے حق کی بانسری نے دلوں میں اثر کیا، کان والے سننے لگے اور جو سننے لگے سر دُھننے لگے، یہاں تک کہ وہ دن آیا کہ سارا عرب اس کیف سے معمور اور اس شراب سے مخمور ہو گیا اور اسلام کا مسافر اپنے گھر پہنچ کر اپنے عزیزوں اور دوستوں میں ٹھہر گیا۔

اب وہ قافلہ بن کر آگے چلا، عرب کے ریگستانوں سے نکل کر عراق کی نہروں اور شام کے گلستانوں میں پہنچا، پھر آگے بڑھا اور ایران کے مرغزاروں اور مصر کی وادیوں میں آکر ٹھہرا، اس سے آگے بڑھا تو ایک طرف خراسان و ترکستان ہو کر ہندوستان کے پہاڑوں اور ساحلوں پر اس کا جلوہ نظر آیا اور دوسری طرف افریقہ کے صحراؤں کو طے کر کے اس کا نور بحر ظلمات کے کنارے چمکا۔

اب آہستہ آہستہ قافلے کے لوگ چھٹنے لگے، تماشائی تماشا کرتے دور نکل گئے،

کتنے حسن ظاہر کے طلب گار اور طبعی مناظر کے شیفتہ ان تماشوں میں اپنے سفر کے مقصد کو بھول گئے، اور جہاں پہنچ گئے وہیں رہ گئے۔

اب وہ مسافر پھر تنہا تھا، اس کی آواز میں پھر بیگانگی آ گئی، صدائے حق صدا بصحرا ہوگئی، آخر قافلے کی بانگ درا خاموش ہوگئی اور کارواں یکسر خواب غفلت میں محو ہوگیا۔

اس غفلت کی نیند پر چار سو برس گزر گئے اور مسافر کے آغازِ سفر پر ہزاروں برس گزر رہا تھا، یہ اکبر کا دور تھا، جب عجم کے ایک جادوگر نے آ کر بادشاہ کے کان میں یہ منتر پھونکا کہ دین عربی کی ہزار سالہ عمر پوری ہوگئی، اب وقت ہے کہ ایک شہنشاہ امی کے ذریعہ نبی امی علیہ الصلاۃ والسلام کا دین منسوخ ہوکر دینِ الٰہی کا ظہور ہو، مجوسیوں نے آتش کدے گرمائے، عیسائیوں نے ناقوس بجائے، برہمنوں نے بت آراستہ کئے اور جوگ اور تصوف نے مل کر کعبے اور بت خانے کو ایک ہی چراغ سے روشن کرنے پر اصرار کیا، اس بیچ میل تحریک کا جو اثر ہوا اس کی تصویر اگر کوئی دیکھنا چاہے تو ''دبستان مذاہب'' کا مطالعہ کرے، کتنے زُناّرداروں کے ہاتھوں میں تسبیح اور کتنے تسبیح خوانوں کے گلوں میں زُناّر نظر آئیں گے، بادشاہی آستانے پر کتنے امیروں کے سر سجدے میں پڑے اور شہنشاہ کے دربار میں کتنے دستار بند کھڑے دکھائی دیں گے، اور مسجدوں کے منبر سے یہ صدا سنائی دے گی۔

تعالیٰ شأنه، الله أكبر! (اس کی شان بلند ہے، اللہ اکبر)

یہ ہو ہی رہا تھا کہ سرہند کی سمت سے ایک پکارنے والے کی آواز آئی ''راستہ صاف کرو کہ راستے کا چلنے والا آتا ہے'' ایک فاروقی مجدد فاروقی شان سے ظاہر ہوا، یہ احمد سرہندیؒ تھے، جہانگیر کے طوق وسلاسل نے بڑھ کر ان کے قدم لئے اور وہ شاہی قیدی کی حیثیت میں اسیر زنداں ہوئے، اس یوسف زندانی نے بھی یوسف کنعانی کی طرح ''**أأرباب متفرقون خير أم الله الواحد القهار**'' (جدا جدا معبود اچھے یا خدائے یگانہ وبرتر) (سورہ یوسف: ۳۹) کا نعرہ لگایا، اس نعرے نے سوتوں کو جگا دیا، مسافر اسلام کی درا کی دھیمی دھیمی آواز پھر سنائی دینے لگی۔

سرہند کے اس فاروقی مجدد کی آواز نے دلی کے ایک اور فاروقی خاندان کو گرمادیا یہ شاہ عبدالرحیم دہلویؒ تھے، جو عالمگیر کے معاصر تھے، ان کے صاحبزادے شاہ ولی اللہؒ ہوئے، جن کو ملت نے حکیم الامت کا خطاب دیا، یہ اس دوسرے دور کے مجدد ہوئے، اس دور میں جس کو ملا، ان سے ملا اور جس نے پایا، ان سے پایا۔

شاہ صاحب ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے، اور ۱۱۷۶ھ میں وفات پائی، شاہ صاحبؒ کے اخلاف نے پوری صدی تک وہ چراغ ہدایت، جوان کے پدر بزرگوار نے جلایا تھا، روشن رکھا۔

مجدد سرہندیؒ اور مجدد دہلویؒ کے فضل وکمال اور مجاہدہ وحال کے دو آتشے سے رائے بریلی کے خم کدے میں ایک اور سہ آتشہ تیار ہوا، یہ سادات حسنی کا خاندان تھا، جس میں مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کا فیض آ کر مل گیا تھا، اس خاندان کا آغاز شیخ الاسلام امیر کبیر قطب الدین محمد مدنی سے ہوا، جنہوں نے ساتویں صدی ہجری کی ابتدا میں ہندوستان آ کر کڑا مانک پور کے نواح میں، جو اس زمانے میں الہ آباد سے پہلے الہ آباد تھا، جہاد کیا۔

اس خاندان کے آخری مورث شاہ سید علم اللہؒ ہیں، جو عالمگیرؒ کے زمانے میں تھے، اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مشہور خلیفہ اور جانشین حضرت آدم بنوریؒ کے فیض سے مستفیض اور مشرق کے دیار میں ان کے خلیفۂ خاص تھے، اس خاندان کے ممتاز افراد مجدد دہلویؒ کے فیض درس اور فیض صحبت سے سیراب تھے، اس طرح اس خاندان میں حضرت مجدد سرہندیؒ اور مجدد دہلویؒ کی برکتیں اور سعادتیں جمع ہوگئیں۔

تیرہویں صدی کا آغاز تھا کہ اس خاندان میں چودھویں کا چاند طلوع ہوا، یعنی ۱۲۰۱ھ میں مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہیدؒ کی پیدائش ہوئی، چند سال کے بعد یہ چاند مجاہدہ وعرفان کا آفتاب بن گیا۔

تیرہویں صدی میں جب ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت فنا ہورہی تھی، اور دوسری طرف ان میں مشرکانہ رسوم وبدعات کا زور تھا، مولانا اسماعیل شہیدؒ اور

حضرت سید احمد بریلویؒ کی مجاہدانہ کوششوں نے تجدید دین کی نئی تحریک شروع کی، یہ وہ وقت تھا، جب سارے پنجاب پر سکھوں کا اور باقی ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا، ان دو بزرگوں نے اپنی بلند ہمتی سے اسلام کا علم اٹھایا اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی، جس کی آواز ہمالیہ کی چوٹیوں اور نیپال کی ترائیوں سے لے کر خلیج بنگال کے کناروں تک یکساں پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق اس علَم کے نیچے جمع ہونے لگے، اس مجددانہ کارنامے کی عام تاریخ لوگوں کو یہیں تک معلوم ہے کہ ان مجاہدوں نے سرحد پار ہو کر سکھوں سے مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے، حالانکہ یہ واقعہ اس کی پوری تاریخ کا صرف ایک باب ہے۔

اس تحریک نے اپنے پیرووں میں للّٰہیت، خلوص، اتحاد، نظم، سیاست اور تنظیم کا جو ہر پیدا کر دیا تھا، بنگال کی سرحد سے لے کر پنجاب تک اور نیپال کی ترائی سے لے کر دریائے شور کے ساحل تک اسلامی جوش و عمل کا دریا موجیں مار رہا تھا، اور حیرت انگیز وحدت کا سماں آنکھوں کو نظر آ رہا تھا۔

سید صاحبؒ کے خلفاء ہر صوبے میں اور ولایت میں پہنچ چکے تھے، اور اپنے اپنے دائرے میں تجدید، اصلاح اور تنظیم کا کام انجام دے رہے تھے، مشرکانہ رسوم مٹائے جا رہے تھے، بدعتیں چھوڑی جا رہی تھیں، نام کے مسلمان کام کے مسلمان بن رہے تھے، جو مسلمان نہ تھے، وہ بھی اسلام کا کلمہ پڑھ رہے تھے، شراب کی بوتلیں توڑی جا رہی تھیں، تاڑی اور سیندھی کے خم پھوڑے جا رہے تھے، بازاری فواحش کے بازار سرد ہو رہے تھے، اور حق و صداقت کی بلندی کے لئے علماء حجروں سے اور امراء ایوانوں سے نکل نکل کر میدان میں آ رہے تھے، اور رہر قسم کی ناچاری، مفلسی اور غربت کے باوجود تمام ملک میں اس تحریک کے سپاہی پھیلے تھے اور مجاہد تبلیغ اور دعوت میں لگے تھے۔ (۶)

(۶) ماخوذ باختصار: سیرت سید احمد شہیدؒ، ج ۱، ص: ۳۲-۳۸، از: مولانا سید سلیمان ندویؒ

جامعہ ربانیہ کا مختصر تعارف

اللہ ہی کے احسانِ مزید وانعامِ جدید کے صدقہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۰۰۷ء میں علومِ ربانی کا پاسبان، زبانِ قرانی وشریعت محمدی کا ترجمان، جامعہ ربانیہ، انکھولی بیلپکونہ، ضلع مظفرپور، صوبہ بہار، انڈیا وجود میں آیا، اور رشد وہدایت، علم وقلم، خلوص وعمل اور تقوی وطہارت کا مرکز بننے کا شرف پایا۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ چھ سال کی مختصر مدت میں جامعہ کو غیر معمولی عظمت وترقی اور شہرت وبلندی ملی، گرانقدر دینی، علمی تبلیغی، اصلاحی، قومی وملی خدمات انجام دینے کا قابلِ شکر ورشک موقع ملا، کیفیت وکمیت دونوں اعتبار سے بڑی خوبی وخوبصورتی اور تیزی وکامیابی کے ساتھ آگے بڑھا اور پھلا پھولا۔ ع

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا

قدم قدم پر تائیدِ الٰہی، نصرتِ غیبی اور خاص قسم کی عنایتِ ایزدی کار ہا ساتھ، جس سے بنتی رہی بات اور بہتر سے بہتر ہوئے حالات۔

کیا فائدہ فکرِ کم وبیش سے ہوگا ؟ ہم کیا ہیں، جو ہم سے کیا ہوگا
جو ہوا، ہوا کرم سے تیرے جو ہوگا، تیرے ہی کرم سے ہوگا

ابتدا ہی سے جامعہ کے قیام کا مقصد شاندار، ٹھوس، دلآویز، فکر انگیز ونتیجہ خیز معیاری تعلیم اور پاکیزہ ودلکش انسانی صفات وکمالات کی حامل تربیت کے ساتھ ساتھ خدا کے ابدی وسرمدی دین کی ترقی وسرفرازی ہے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

ماشاء اللہ جامعہ کی گوناگوں خدمات، ایثار وپیار، پاکیزہ ونیک جذبات، روشن وہمہ گیر خیالات کے طفیل جامعہ طالبانِ علومِ نبوت سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے۔

اس وقت جامعہ میں سات اضلاع سہرسہ، سمستی پور، مدھوبنی، سیتامڑھی، دربھنگہ،

مظفر پور اور حاجی پور کے یتیم وغریب اور نادار تقریبا ۱۵۰ طلباء ہیں، جن کے طعام وقیام کا انتظام جامعہ کرتا ہے، طلباء کی مجموعی تعداد تقریبا ۴۰۰ ہے، جن کی علمی ودینی تعمیر وترقی کی لگن میں گیارہ محنتی اساتذہ سراپا مگن ہیں۔

ازنرسری (صبیان) تا عربی دوم بشمول شعبہ حفظ کل گیارہ درجات ہیں۔

جامعہ کا ماہانہ خرچ علاوہ تعمیرات ایک لاکھ سے زیادہ ہے اور سالانہ خرچ تقریبا پندرہ لاکھ ہے، جامعہ کی کئی جزوی شاخیں اور ایک مستقل ومکمل شاخ جامعہ خیر الوری دھبولی، تعلقہ کٹرا، ضلع مظفر پور ہے، جسکے تمام اخراجات جامعہ ہی برداشت کرتا ہے۔

طلباء کی زیادتی، جگہ کی کمی، ذمہ داروں کے لئے ہے باعثِ صدغمی، جس کی وجہ سے ہے آنکھوں میں ہے نمی، اس لئے محض اللہ کے بھروسے پر پانچ کمروں پر مشتمل بالائی منزل کا کام شروع کردیا گیا ہے، جو الحمدللہ چھت تک مکمل ہو چکا ہے، چھت کا کام باقی ہے جس پر سردست پانچ لاکھ سے زائد کا صرفہ آئے گا۔

اسی لئے میں تمام مسلمانوں خصوصا علم دوست ودین پسند حضرات سے نہایت ہی ہمدردانہ ودردمندانہ کرتا ہوں گذارش، کہ جامعہ پر خوب کریں مالی نوازش، اور لطف وکرم کی بارش، تاکہ خوب خوب ترقی کرے یہ مرکز علم ودانش۔

اللہ رکھے آپ کو تروتازہ، خدا کا فضل وکرم ہو آپ پر زیادہ سے زیادہ، اور وہ رحم فرمائے آپ پر بے اندازہ۔

آمین یا رب العالمین، بحرمة سید المرسلین

الداعي الى الخير	:	**محمد شرف عالم قاسمی**
خادم بانی وناظم عمومی	:	**جامعہ ربانیہ اشفاقیہ**
بانی وجنرل سکریٹری	:	**اللجنة الربانية، مسقط (عمان)**

Email:j.rabbania@yahoo.in

مصنف ایک نظر میں

نام	:	محمد حماد اشرف کریمی
والد کا نام	:	محمد شرف عالم کریمی
تاریخِ پیدائش	:	۱۶؍رجب المرجب ۱۴۱۴ھ بمطابق ۱۰؍جنوری ۱۹۹۳ء بروز اتوار، بوقت صبح
جائے پیدائش	:	مرڈیشور، بھٹکل، کاروار، کرناٹک
آبائی وطن	:	بیلپکونہ، کٹرہ، مظفر پور، بہار
ابتدائی تعلیم	:	مدرسہ رحمانیہ، منکی، ہوناور، کاروار، کرناٹک

تکمیل عالمیت (مساوی B.A) : جامعہ اسلامیہ بھٹکل، کاروار، کرناٹک

تکمیل فضیلت (مساوی M.A) : دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنو

حالیہ مشغولیت : زیر تعلیم المعهد العالی للدراسات الشرعية ندوۃ العلماء، لکھنو

ذمہ داریاں:

(۱) نائب ناظم جامعہ ربانیہ اشفاقیہ (انکھولی، بیلپکونہ، مظفر پور، بہار)

(۲) جنرل سکریٹری انجمن بزمِ توحید (انکھولی، بیلپکونہ، مظفر پور، بہار)

(۳) صدر شعبۂ صحافت ونشریات، جامعہ ربانیہ اشفاقیہ (انکھولی، بیلپکونہ، مظفر پور، بہار)

تصنیفات وتالیفات:

(۱) شیخ الاسلام عزبن عبدالسلام۔ایک عالم باکمال، ایک داعی بے مثال

(۲) قرآن وبائبل کا تقابلی مطالعہ۔قصوں اور واقعات کے تناظر میں

(۳)حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔امن وسلامتی کے پیغمبر
(۴)حضرت سید احمد شہید۔دعوتی خدمات اور امتیازی خصوصیات کے آئینہ میں

انعامات واعزازات:

۱)جامعہ اسلامیہ،بھٹکل ،کرناٹک سے درجہ عالمیت میں دس سالہ ریکارڈ توڑ اور شاندار امتیازی نمبرات حاصل کرنے پر رابطہ ایسوسی ایشن بھٹکل کی طرف سے رابطہ ایوارڈ۔

۲)منکی مسلم جماعت (جدہ) کی طرف سے ایک ماہ چند دنوں میں حفظ قرآن کی سعادت حاصل کرنے پر ۲۰۰۹ء کا تعلیمی ایوارڈ۔

۳)والد کی طرف سے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کرنے پر حج ایوارڈ،جس کی رقم سے مصنف نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

Email: hammadkarimi93@gmail.com

Phone: 9889943219